خیال امروہوی کی غزل میں جنسیت

جرأت عباس شاہ، لیکچرر، گورنمنٹ کالج چوبارہ ضلع لیہ

Abstract

Sensuous expression was formally started with the Progressive Writers Moment in Urdu Literature. Khayal Amrohvi presented this phenomenon as a tragic situation. In this article, it is discussed that he unveiled the baseness of vulgar and sensuous people in such a manner that every verse or couplet by him whips them tauntingly. He cuts the lesions of the society in a surgical way that all rotten matter drains out.

اُردو غزل اپنے متنوع اور ہمہ رنگ موضوعات کے سبب ایک نمایاں اور اہم صنف سخن رہی ہے۔ اپنے آغاز ہی سے اس نے جہاں دروں خیالی کو قبول کرتے ہوئے انسانی جذبات اور احساسات کو اپنے دامن میں جگہ دی وہاں خارجی سطح پر کائنات اور اس کے متعلقات کو بھی اپنے دامن میں جمع کیا۔ یوں داخلی اور خارجی سطح پر اس نے ہر اس موضوع کو قبول کیا جس کا انسانی زندگی اور کائنات کے ساتھ تعلق رہا ہے۔ عام طور پر یہ محسوس کیا گیا ہے کہ بعض داخلی موضوعات حسیات کی انتہائی سطح پر نازک ترین صورت حال اختیار کر جاتے ہیں اور ان میں بعض موضوعات ایسے ہیں جنہیں غزل میں لاتے ہوئے انتہائی احتیاط کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ جنسیت ایک ایسا ہی موضوع ہے جسے ہمارے معاشرے نے عام طور پر قبول نہیں کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع کا انسانی زندگی اور اس کی حسیات سے بہت گہرا تعلق اور ربط ہے۔ ہمارے غزل گو شعرا نے اس موضوع کو کہیں شعوری طور پر اور کہیں غیر شعوری طور پر اپنے اشعار میں برتا ہے اور اس کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے جمالیاتی حظ بھی اٹھایا ہے اور اسے ایک اعلیٰ درجے کی واردات بھی بنا دیا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اُردو شاعری جب ترقی پسند تحریک کے زیر اثر پروان چڑھ رہی تھی تو اُردو غزل کے دامن میں موضوعات بتدریج وسعت اختیار کر رہے تھے جہاں اُردو غزل نے رومانویت سے حقیقت پسندی کا سفر کیا یعنی ادب کا زندگی سے رشتہ مضبوط کرنے کی سعی ہو رہی تھی تو اُس وقت اُردو ادب میں جنسیت کے موضوع پر بھی بہت کچھ لکھا جا رہا تھا۔

اُردو شاعری میں لمسیت کا اظہار تو روزِ اوّل سے تھا لیکن جسمانی لذتوں کو لمسیاتی بنا کر اور لمس کو جسمانی لذت بنانے میں ن۔م راشد اور میرا جی نے اپنا کردار ادا کیا انہوں نے جنسیت کو جبلت بنا کر پیش کیا اور اسے شجر ممنوعہ قرار دے کر ہمیشہ کے لئے ترک نہیں کیا۔ ان کی شاعری میں جذبات کا یہ احساس عشق کے بیان اور جسمانی سطح پر شروع ہوتا ہے لیکن جسمانی سطح پر ختم

نہیں ہوتا بلکہ وہ جسمانی لذتیت اور ہنگام وصال کو ارفع کرکے حیات و کائنات کے مسائل کی گرہ کشائیوں تک لے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر خیال امروہوی ایک ایسے ترقی پسند شاعر ہیں جن کی شاعری میں بھی جنسیت کا موضوع پایا جاتا ہے لیکن ان کی شاعری میں جسمانی لذتیت اور لمس کا بیان اِس طرح نہیں کہ ان کی شاعری جنسی لذتیت کا بیان ہی بن جائے بلکہ اُن کی جنسیت ہمارے کھوکھلے مذہبی ماحول اور اقدار کی روایت شکنی کرتی ہے کیونکہ جدلیات کے اصول کے پیشِ نظر امرا اور روسا کو جسمانی لذتیت کے تمام مواقع دستیاب ہوتے ہیں مگر ایک غریب آدمی اپنی جبلت کے اظہار کے لیے تشنہ نظر آتا ہے۔

غربت، افلاس اور تنگ دستی کی بنا پر عورتیں جسم فروشی پر مجبور ہو جاتیں، پھر وہ بازار میں اشیا کی طرح بکتی ہیں۔ انسانیت کی اس تذلیل کا اظہار خیال امروہوی کی غزل میں جابجا نظر آتا ہے۔ بقول ریاض راہی:

> ''اگرچہ ڈاکٹر خیال کی غزل کلی طور پر سماجی و نفسیاتی اقدار کی حامل ہے لیکن جزوی طور پر شاعر نے نفسیاتی جنس زدگی کا اظہار رمزیت و ایمائیت کی بجائے نہایت واضح انداز میں کیا ہے۔''[۱]

خیال امروہی کے ہاں جو جنسی مسائل اور جنسیت ملتی ہے وہ شکستہ اقدار اور سماجی جبر کے زیرِ اثر عورتوں کی خرید و فروخت کا منظر سامنے لاتی ہے وہ طوائف خانوں کا ذکر کرتے ہیں اور بھوک اور غربت کی ماری ہوئی عورتوں کو جسم فروشی پر مجبور دکھاتے ہیں۔

عورتیں چکلوں میں بیٹھی ہیں کمائی کے لیے
بے زری ہے منتظر جائز سگائی کے لیے　　[۲]

☆

ہوائے شہر نے جس گُل کی پرورش کی ہے
اُسے نعیش شہر صبا خرید نہ لے　　[۳]

☆

جسے ہر آن نئے ذائقہ کی خواہش ہو
ہم اُس سے عرض عطائے وصال کیا کرتے　　[۴]

☆

خاموش ہوں کہ قرب کی نعمت تو مل گئی
چھیلا ہے ورنہ اُس نے ملنسار دیکھ کر　　[۵]

☆

وصال مہوشاں کا رُخ سُن کر ہوش اُڑتے ہیں
غنیمت جانیے ملتا ہے ہلکا سا بوسہ بھی　　[۶]

☆

شبنم افشانی سے بھی زائل ہو جن کی تازگی
تو انہیں پھولوں پہ ظالم آگ برساتا رہے ۷؎

☆

بہت خاص ہیں اوقات اُس کے ملنے کے
وہ خوش جمال جو اکثر دکھائی دیتا ہے ۸؎

☆

گھٹ گیا بازار میں معیار اقدار جمال
جسم کا پُرلطف سودا دم بدم بکتا رہا ۹؎

☆

بھوک کے بازار میں بکتا ہے مفلس کا بدن
عصمتیں جب خوب بکیں گاہک کو ڈر کیسے لگے ۱۰؎

خیال امروہی جنسیت کا اظہار کر کے اس سے سامان لطف پیدا کرنے یا حظ اٹھانے کی بجائے اس سے ایک المیاتی صورت حال کوجنم دیتے ہیں۔ ان کے اشعار ایک صدائے احتجاج کا روپ دھار لیتے ہیں وہ اس امر پر شدید احتجاج کرتے ہیں کہ عیش وعشرت کے وافر سامان اور دوسری طرف حوا کی بیٹیاں سفاکیت کا شکار ہوتی ہیں۔انہیں اس بات پر شدید افسوس ہوتا ہے کہ استحصال زدہ طبقہ کا پرسان حال کوئی نہیں دکھائی دیتا بلکہ اس کے عوض لعنت، ملامت اور نفرتیں ان کا مقدر بن جاتی ہیں۔ خیال امروہی عیاش طبع اور ہوس پرست لوگوں کی رزالت اور بے حسی کو اس طرح بے نقاب کرتے ہیں کہ ان کا ہر شعر ایسے لوگوں کے لئے تازیانہ بن جاتا ہے۔انہوں نے اس معاشرے کے چھپے ہوئے ناسوروں کو ایسا نشتر دکھایا ہے کہ فاسد مواد بدرو کی طرح بہ نکلتا ہے تاہم وہ اس سلسلے میں غزل کی روائتی لطافت اور نرمی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے بلکہ اس کی جمال پسندی کے تقاضوں کوملحوظ رکھتے ہوئے لطیف لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں

جنس کی بہتات تھی افسوس گر عشق و نشاط
ظاہراً فیض جمال بے ردا کچھ بھی نہ تھا ۱۱؎

☆

نشاطِ لمس کے زخموں کی جانگدازی میں
کب سرور ملے کس طرح خمار آئے ۱۲؎

☆

یوں تک رہا ہے دیر سے عیاش راہرو
جیسے بقا کا راز ہو عورت کی ساق میں ۱۳؎

☆

اُس غزالیں جسم کا انداز رم بدلا نہیں
عاشق عاجز آ گیا طرزِ ستم بدلا نہیں ۱۴؎

گلاب بوسہ تو اُن کا حصہ ہیں جن کی جبیں بھری ہوئی تھیں
تم اُن کی محرومیت دیکھو جو صرف رُخسار دیکھتے ہیں ۱۵؎

☆

آرزوئیں چیخ اُٹھیں چنگاریوں کی روپ میں
پھر اچانک شاملِ اجزائے انساں ہو گئیں ۱۶؎

☆

ہم خود ہی بنا دیتے ہیں عورت کو طوائف
اور خود ہی طوائف سے حیا مانگ رہے ہیں ۱۷؎

☆

ہوس کے عشرت کدے میں عریانیوں کے اصنام ناچتے ہیں
ضرورتوں کی خفیف جنبش پہ لوگ بے دام ناچتے ہیں ۱۸؎

☆

جب مہوشوں کے نرخ کا اعلامیہ سُنا
ہم ذہن میں اُجال کے چودہ طبق چلے ۱۹؎

☆

یوں نقش اُبھرتا رہا غنچہ بدن کا
سانسوں میں تیرے جسم کی مہکار تک آئے ۲۰؎

☆

جنس کے قلزم میں جاہر نہنگوں کا ہجوم
عصمت ہوا تابندہ گہر بخشا نہیں ۲۱؎

خیال امروہی جنسیت کا براہ راست اظہار کرنے کی بجائے علامتوں اور رمزو ایمائیت کا سہارا لیتے ہیں انھوں نے اس موضوع کو نبھانے کے لئے غزل کو نظم نہیں بننے دیا بلکہ غزل کی جملہ خصوصیات کو دھیان میں رکھتے ہوئے کیفیات اور احساسات کے ذریعے اس نازک موضوع کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ ایک سطح پر یہ محض جذباتی نہیں بلکہ ایک فکری ترفع تک لے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر نوازش علی لکھتے ہیں:

''بڑی عشقیہ شاعری صرف محبوب کا سراپا یا جنسی تجربات بیان نہیں کرتی اگرچہ جنسی تجربات سے مواد حاصل کرتی ہے۔ عشقیہ شاعری کی بنیاد میں جنسی اور ارضی محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں لیکن

قابلِ قدر اور بڑی عشقیہ شاعری حیات و کائنات کا ایک شعور عطا کرتی ہے۔''۲۲

خیال امروہی کی غزل میں جنسی تجربات کے ساتھ ساتھ جنسی اور ارضی محبت کے جذبات بھی شامل ہیں مگر حقیقت میں ان کی شاعری حیات و کائنات کا ایک شعور عطا کرتی ہے۔ ایسا شعور جہاں آدم کو مقام آدم اور عورت کو وہ مقام حوّا پر دیکھنے کے خواہش مند ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وہ سماج کی اُن جکڑ بندیوں کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتے ہیں جو بنت حوّا کو اس فعل کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ جسارت خیالی لکھتے ہیں:

''خیال فلسفہ عینیت کو معاشرے کی تعمیر و ترقی میں رکاوٹ تصور کرتے ہیں اس لیے وہ سیاسی و سماجی اور معاشرتی مسائل کو سائنسی بنیادوں پر حل کرنے پر زور دیتے ہیں۔ وہ استحصالی قوتوں کو انسانی سماج کے بدترین دشمن قرار دیتے ہیں جو ہر دور میں انسانوں کو ماضی کے اندھیروں میں دھکیل کر کے اُن کا ہر طرح سے استعمال کرتے ہیں۔''۲۳

ہر تخلیق کار چاہے اُس کا تعلق فن کے کسی شعبہ سے کیوں نہ ہو معاصرِ حالات سے بے خبر نہیں رہ سکتا وہ اپنے ماحول سے آنکھیں بند نہیں کر سکتا اُس کے زمانے میں اُٹھنے والی بے چینی کی لہریں اُس کے فن پر گہرا اثر چھوڑتی ہیں۔ ماحول کا جبر اور حالات کا کرب خواہ کسی وجہ سے ہو تخلیق کار اظہار کی نت نئی راہیں ڈھونڈ لیتا ہے۔ خیال امروہی کی شاعری اپنے عہد کی روحِ عصر کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ خیال امروہی کی غزلوں کا مجموعی مزاج عشق و عاشقی نہیں ہے بلکہ دیگر ترقی پسندوں کی طرح انقلابی ہے وہ اپنے گردوپیش کی زندگی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور اپنے زمانے کے اجتماعی معاملات و مسائل اور اپنے عہد کے نشیب و فراز کا مکمل ادراک رکھتے ہیں اور اپنی غزلوں میں اجتماعی مسائل کے ترجمان نظر آتے ہیں۔

مجموعی طور پر ہم خیال امروہی کو ایک ایسے غزل گو شاعر کے طور پر دیکھتے ہیں جنہوں نے سماجی سطح پر دیگر مسائل کی طرح جنسیت کو بھی ایک اہم سماجی مسئلے کے طور پر لیا ہے۔ وہ معاشرے کے لوگوں کے ذہنوں پر اس مسئلے کے اثرات سے پوری طرح باخبر تھے چنانچہ انہوں نے ایک زیرک شاعر کی طرح اس مسئلے کی فلسفیانہ اور فکری اساس دریافت کر کے اسے اپنی غزل کا موضوع بنایا ہے۔

حواشی:

۱۔ ریاض راہی خیال امروہوی۔شخصیت اور شاعری، ملتان، مملوکہ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، (۱۹۹۲ء) ص ۲۸

۲۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر قوانین سحر، لاہور، کلاسیک، (۱۹۹۶ء) ص: ۹

۳۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر تلخاب، لاہور، مکتبۂ میری لائبریری، (۱۹۸۸ء) ص: ۲

۴۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر تلخاب، (۱۹۸۸ء) ص: ۹

۵۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر تلخاب، (۱۹۸۸ء) ص: ۳۶

۶۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر گنبدِ بے در، لیہ، خیال اکیڈمی، (۱۹۷۳ء) ص: ۲۱

۷۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر، گنبد بے در، ص: ۳۹

۸۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر، گنبدِ بے در، ص:۴۲

۹۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر، گنبدِ بے در، ص:۶۸

۱۰۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرلمحوں کی آنچ، لیہ، شاہد پرویز پبلی کیشنز، (۱۹۸۱ء) ص:۴۵

۱۱۔ خیال امروہوی ڈاکٹر، گنبدِ بے در، ص:۱۱

۱۲۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرلمحوں کی آنچ، ص:۴۵

۱۳۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرعصرِ بے چہرہ، لیہ، خادم عباس اینڈ برادرز، (۱۹۸۲ء) ص:۲۹

۱۴۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرعصر بے چہرہ، ص:۳۱

۱۵۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرقوانینِ سحر، لاہور کلاسیک، ۱۹۹۶،ص:۹۹

۱۶۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر، مقتلِ جاں، مظفر گڑھ ناشر حکیم عبدالمجید راحی، (۱۹۸۴)،ص:۲۷

۱۷۔ خیال امروہوی، ڈاکٹر، قوانینِ سحر، ص:۸۰

۱۸۔ خیال امروہوی، ڈاکٹرخلیجِ طبقات، مظفر گڑھ حکیم عبدالمجید راحی، (۱۹۸۴) ص:۲۷

۱۹۔ خیال امروہی ڈاکٹر، خلیجِ طبقات، ص:۱۲۴

۲۰۔ خیال امروہی ڈاکٹر، خلیجِ طبقات، ص:۱۲۶

۲۱۔ خیال امروہی ڈاکٹر، خلیجِ طبقات، ص:۱۲۸

۲۲۔ نوازش علی، ڈاکٹر پاکستان میں اُردو ادب کے پچاس سال، راولپنڈی، گندھارا بکس، (۲۰۰۵ء) ص:۲۹۸

۲۳۔ جسارت خیالی لازماں سے زماں تک، لاہور، دی کلاسیک، (۲۰۰۶ء) ص:۲۸

☆☆☆